

## 13363- اپنے ملک کی بجائے وہ یورپی ممالک میں دین پر زیادہ عمل کر سکتا ہے، تو کیا اس پر بھرت کرنا لازم ہے؟

### سوال

میں ایک مغربی ملک میں سکونت پذیر ہوں، اور الحمد للہ بغیر کسی شُنگی اور رکاوٹ کے دینی احکام پر عمل کر سکتا ہوں، میں نے آپ کی ویب سائٹ پر کچھ احادیث کا مطالعہ کیا ہے جو کفار کے درمیان بودو باش اختیار کرنے اور کفار ممالک میں رہنے سے منع کرتی ہیں۔  
اب میں بہت زیادہ حیران و پریشان ہوں کہ آیا میں اپنے ملک واپس پلٹ جاؤں یا اسی ملک میں باقی رہوں، یہ علم میں رہے کہ اگر میں اپنے ملک واپس جاؤں تو دینی احکام پر عمل کرنے کی بناء پر مجھے بہت سی شُنگی اور رکاوٹوں اور اذیتوں کا سامنا کرنا ہو گا، اور میں وہاں عبادت کرنے میں اتنی آزادی حاصل نہیں کر سکوں گا جتنی یہاں مجھے حاصل ہے۔  
میری گزارش ہے کہ میرے سوال کا جواب عنانست فرمائیں اور اس ملک میں رہنے کا حکم بیان کریں، خاص کر اب تو مسلمان ملک بھی کسی دوسرے ملک سے مختلف نہیں رہے، جہاں دینی شعائر کا التزام کیا جاتا ہو؟

### پسندیدہ جواب

اصل بات تو یہی ہے کہ مسلمان شخص کے لیے مشرکوں اور کافروں کے درمیان رہنا جائز نہیں، اس حکم پر بہت سی قرآنی آیات اور احادیث بھی دلالت کرتی ہیں، اور صحیح نظر بھی اسی کی غماز ہے :

کتاب اللہ سے دلائل :

اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا فرمان ہے :

{جو لوگ اپنی جانوں پر نسلم کرنے والے ہیں جب فرشتے ان کی روح قبض کرتے ہیں تو پوچھتے ہیں، تم کس حال میں تھے؟

یہ جواب دیتے ہیں کہ ہم اپنی جگہ کمزور اور مغلوب تھے، فرشتے کہتے ہیں کیا اللہ تعالیٰ کی زمین کشاوہ نہ تھی کہ تم بھرت کر جاتے؟

یہی لوگ ہیں جن کا ٹھکانا جہنم ہے، اور وہ پہنچنے کی بہت بری جگہ ہے} النساء (97).

سنن بنویہ سے دلیل :

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے :

"میں ہر اس مسلمان سے بری ہوں جو مشرکوں کے درمیان رہتا ہے"

سنن ابو داود حدیث نمبر (2645) علامہ البانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسے صحیح ابو داود میں صحیح کہا ہے۔

اور صحیح نظر اور غور کرنے سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ :

مشرکوں اور کافروں کے مابین رہنے والا مسلمان شخص بہت سے اسلامی شعائر اور ظاہری عبادات پر عمل پیرا نہیں ہو سکتا، اس کے ساتھ ساتھ اسے اپنے آپ کو فتنہ و فساد کے سامنے بھی پیش کرنا پڑے گا، کیونکہ ان ممالک میں جو خاشی اور بے حیائی و بے پر گی ظاہر ہے اور ان ممالک کا قانون اس خاشی اور بدکاری کا محافظہ بھی ہے، تو مسلمان کو کوئی حق نہیں اور نہ ہی اس کے شایان شان ہے کہ وہ اپنے آپ کو اس طرح کے فتنوں اور آزمائشوں میں ڈالے۔

یہ تو اس وقت ہے جب ہم کتاب اللہ اور سنت نبویہ کے دلائل کی طرف نظر دوڑائیں اور اسلامی اور کفار ممالک کی جانب نظر نہ دوڑائیں، لیکن اگر ہم اسلامی ممالک کی طرف فی الواقع نظر دوڑائیں تو ہم سائل کے قول (اور خاص کر اسلامی ممالک بھی اسلامی احکام کا التزام کرنے میں دوسرے ممالک سے بہت زیادہ مختلف نہیں رہے) کی موافقت نہیں کرتے، کیونکہ یہ عمومی طور پر کہنا صحیح نہیں، کیونکہ ساری اسلامی حکومتیں شریعت اسلامیہ کے احکام لاگو کرنے اور اس کا التزام کرنے میں ایک جسمی نہیں، بلکہ ان میں فرق ہے، بلکہ ایک ہی ملک کے اندر علاقوں اور شہروں کے اعتبار سے اختلاف پایا جاتا ہے۔

اور پھر سارے کفار ممالک بھی خاشی و عریانی اور بے حیائی اور اخلاقی طور پر ایک جیسے نہیں، بلکہ وہ بھی اس میں ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔

لہذا اسلامی ممالک کا ایک دوسرے سے مختلف ہونا، اور کفریہ ممالک کا بھی ایک دوسرے سے مختلف ہونے کو دیکھتے ہوئے۔

اور پھر اسے بھی مد نظر رکھتے ہوئے کہ ہر مسلمان شخص اس کی استطاعت نہیں رکھتا کہ کسی بھی اسلامی ملک میں جا کر رہائش اختیار کر لے کیونکہ ویزوں اور اقسامہ وغیرہ کے سخت قوانین پر جاتے ہیں،

اور اسے بھی مد نظر رکھتے ہوئے کہ ہو سکتا ہے مسلمان شخص کچھ اسلامی ممالک میں اس طرح دینی معاملات اور احکام پر عمل نہ کر سکتا ہو جس طرح وہ بعض یورپی اور کفریہ ممالک میں بعض اسلامی شعائر یا سارے اسلامی شعائر پر عمل کر سکتا ہے۔

یہ سب کچھ دیکھتے ہوئے اب ایک عام حکم صادر کرنا اور ایسا حکم لگانا جو سب ممالک اور سب اشخاص کے لیے عام ہو ایسا حکم مشکل ہے، بلکہ یہ کہا جا سکتا ہے:

ہر مسلمان شخص کی حالت خاص ہے، اور اس کے لیے حکم بھی خاص ہو گا، اور ہر آدمی اپنے آپ کا محاسبہ کرے، اگر تو اس کے لیے ان اسلامی ممالک میں جہاں وہ رہ سکتا ہے دین پر عمل کرنا کفار ممالک سے زیادہ آسان اور ممکن ہے تو پھر اس کے لیے کفریہ ممالک میں رہنا جائز نہیں ہے۔

اور اگر معاملہ اس کے بر عکس ہو یعنی وہ اسلامی ملک کی بجائے کفریہ ملک میں زیادہ آسانی سے دین پر عمل کر سکتا ہے تو پھر ایک شرط کے ساتھ اسے کفریہ ملک میں رہنا جائز ہو گا: کہ اسے اپنے آپ پر اتنا کنٹرول ہو کہ وہ وہاں پائی جانے والی بے حیائی اور خاشی و بدکاری اور فتنوں سے شرعی وسائل کے ساتھ محفوظ رہ سکے۔

اس کی تائید میں ہم اہل علم کے اقوال درج کرتے ہیں:

اس مسئلہ کی متعلق شیع ابن عثیمین رحمہ اللہ تعالیٰ سے دریافت کیا گیا تو ان کا جواب تھا:

جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے کہ ممالک کے مختلف ہونے کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ مسئلہ سب سے مشکل مسائل میں سے ہے، اور اس لیے بھی کہ کفار کے ممالک میں بنتے والے بعض مسلمان اگر اپنے ممالک واپس جائیں تو انہیں تنگ کیا جائے گا اور انہیں سزا میں دی جائیں گی اور ان کے دین میں انہیں آزمائش میں ڈالا جائے گا، بلکہ وہ کفریہ ممالک میں اس سے امن میں ہیں۔

پھر اگر ہم انہیں یہ کہیں کہ: کفار کے درمیان تمہارا بہنا حرام ہے، تو پھر وہ کو نہ اسلامی ملک ہے جو انہیں قبول کرے اور ان کا استقبال کرے، اور انہیں اپنے ملک میں بستے کی اجازت دے؟!

شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ کی کلام کا معنی یہی ہے۔

ذکریا انصاری شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب "اسنی المطالب" میں کہتے ہیں:

اگر دین کا اظہار کرنے سے عاجز ہو تو استطاعت رکھنے والے پردار کفر سے دار اسلام کی طرف بھرت کرنی واجب ہے۔ احـ

دیکھیں: اسنی المطالب (207/4)۔

اور ابن عربی مالکی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں:

دار الحرب سے نکل کر دارالاسلام جانے کو بھرت کہا جاتا ہے، اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں فرض تھی، ان کے بعد بھی ہر اس شخص کے لیے جاری ہے جو اپنے نفس کا خطرہ محسوس کرے۔ احـ

ماخذ اذار: میل الاولوار (33/8)۔

اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ مندرجہ ذیل حدیث کی شرح میں کہتے ہیں:

"میں مشرکوں کے درمیان رہنے والے ہر مسلمان شخص سے بری ہوں"

حافظ رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں:

اسے اس پر محمول کیا جائے گا جو اپنے دین کے متعلق خوفزدہ ہو۔ احـ

دیکھیں: فتح الباری شرح حدیث نمبر (2825)۔

اور الموسوعۃ الفقہیۃ میں ہے:

دار الحرب ہروہ جگہ اور ٹکڑا ہے جس میں کفریہ احکام ظاہر ہوں۔

دار الحرب کے متعلقہ احکام میں بھرت بھی شامل ہے:

فقہاء کرام نے دار الحرب سے بھرت کے معاملہ میں لوگوں کو تین اقسام میں تقسیم کیا ہے:

پہلی قسم:

جس پر بھرت واجب ہے:

یہ شخص ہے جو بھرت کرنے پر قادر ہو، اور دارالحرب میں رہنے والے اپنے دین کو ظاہر نہ کر سکتا ہو، اور اگر یہ عورت ہو اور اس کا کوئی محروم نہ ہو تو اگر وہ راستہ کو اپنے لیے پر امن سمجھے اور خطرہ نہ محسوس کر سکتی ہو، یا راستے میں دارالحرب میں رہنے سے کم خطرہ ہو۔

## دوسری قسم:

جس پر ہجرت نہیں ہے:

وہ شخص جو حجت کرنے سے عاجز ہو، یا تو بیماری کی بنا پر، یا پھر دارالحکم میں رہائش رکھنے پر مجبور کیا گیا ہو، یا کمزور ہو مثلاً عورتوں اور بچوں کی طرح، کیونکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا فرمان ہے:

- مگر کمزور مرد اور حور تین اور بیجے جو جیلہ کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے، اور نہ ہی وہ کوئی راہ پاتے ہیں۔

تیسرا قسم:

جس کے لیے ہجرت کرنی جائز ہے واجب نہیں :

یہ شخص ہے جو بھرت کرنے پر قادر ہے اور دارالحرب میں دینی شعائر کا اٹھار بھی کر ستا ہے، تو ایسے شخص کے لیے بھرت کرنی جائز اور مستحب ہے تاکہ وہ چہاد کر سکے، اور مسلمانوں کی تعداد میں کثرت کا پابند بنتے اج

اختصار کے ساتھ

د. يحيى حسون: الموسوعة الفقهية (20/206)

اور مستقل فتویٰ کمیٹی کے فتاویٰ، حاتم مز، سے:

اور مسلمان کے لیے ایک شرکیہ ملک سے دوسرے شرکیہ ملک کی طرف بھرت کرنا بھی کم شرکا باعث ہوگی، جیسا کہ بعض مسلمانوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے کہ مکرمہ سے جشن کی طرف بھرت کی۔ اب

د. يحيى فتاوى الجماعة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء (50/12).

اللہ تعالیٰ سے ہماری دعا ہے کہ وہ مسلمانوں کی اصلاح فرمائے اور ان کے حالات درست فرمائے۔

وَاللَّهُ أَعْلَمُ